© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر ونظر

'معروف ومنکر' اور جناب جاوید احمد غامدی

سطورِ ذیل میں ہم قارئین کے سامنے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شرعی تصورات اور بعض متجددین کی طرف سے پیش کیے گئے خانہ ساز نظریات کا قرآن وسنت اور ائمہ سلف کی آرا کی روشنی میں ایک علمی جائزہ پیش کررہے ہیں جو اسلام آباد کے معروف مدرسہ حفصہ اور لال مسجد کے حوالے سے اس وقت اخبارات کی شہ سرخیوں میں نمایاں ہے۔ اُمید ہے کہ قارئین اس بالواسطہ تبصرہ سے مستفید ہوں گے۔ ان شاء اللہ
براہِ راست تبصرہ اس لئے مناسب نہیں سمجھا گیا کہ اس واقعہ کی اندرونی کہانیوں کے بارے میں اہل علم ونظر مختلف الخیال ہیں۔ اسی بنا پر مذکورہ مسجد ومدرسہ کی کہانی اخبارات کی زبانی ایک مستقل آرٹیکل کی صورت اس شمارہ میں شامل اشاعت ہے۔ (مدیر اعلیٰ)

معروف ومنکر کا مفہوم اور اس کا تعین

اگر ہم آسان اور مختصر الفاظ میں قرآنی اصطلاح ،معروف ومنکر کا مفہوم بیان کریں تو وہ یہ ہے کہ معروف سے مراد ہر وہ چیز ہے کہ جس کا اللہ کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلام کے 'دین فطرت' ہونے کے ناطے فطرتِ سلیمہ اور عقل صحیح بھی اس کے کرنے کا مطالبہ کرے گی اور وہ مسلم معاشروں میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ اور ہر وہ بات جس سے اللہ کے رسول ﷺ نے منع کیا ہو، منکر ہے نیز فطرتِ سلیمہ اور عقل صحیح بھی اس کے کرنے کو ناپسند کرے گی اور مسلم معاشروں میں بھی اس کو ناپسند کیا جائے گا۔

گویا معروف ومنکر کا تعین اصلاً شریعت کرتی ہے۔ کیا چیز معروف ہے اور کیا منکر؟ اس کا علم ہمیں شریعت سے حاصل ہوگا نہ کہ عقل وفطرت سے۔ البتہ یہ بات بھی درست ہے کہ جس چیز کو ہماری شریعت نے معروف کہا ہے، اس کو عقل صحیح اور فطرتِ سلیمہ کی بنیاد پر قائم ایک مسلم معاشرہ بھی پسند کرتا ہے اور جس چیز کو ہماری شریعت نے منکر کہا ہے، اس کو عقل صحیح اور فطرتِ سلیمہ کی بنیاد پر قائم ایک مسلم معاشرہ بھی اجنبی سمجھتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

◉ اسی بات کوامام ابن جریر طبریؒ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :

أصل المعروف كل ما كان معروفا فعله جميلا مستحسنا غير مستقبح في أهل الايمان بالله وإنما سميت طاعة الله معروفا لأنه مما يعرفه أهل الايمان ولا يستنكرون فعله وأصل المنكر ما أنكره الله تعالى ورأوه قبيحا فعله و لذلك سميت معصية الله منكرًا لأن أهل الايمان بالله يستنكرون فعلها (جامع البیان فی تفسیر آیات القرآن؛سورة آلِ عمران:۱۱۰)

''معروف کا اصل معنی یہ ہے کہ ہر وہ چیز کہ جس کا کرنا جانا پہچانا ہو اور وہ اہل ایمان کے نزدیک اچھا اور مستحسن ہو اور وہ اس کو قبیح نہ سمجھتے ہوں۔ اور اللہ کی اطاعت کو بھی معروف اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ ان چیزوں میں سے ہے کہ جنہیں اہل ایمان پہچانتے ہیں اور اس کے کرنے کو ناپسند خیال نہیں کرتے۔ اور منکر کی اصل یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے ناپسند جانا ہو اور اہل ایمان بھی اس کے کرنے کو ناپسند خیال کرتے ہوں۔ اسی وجہ سے اللہ کی نافرمانی کو منکر کہتے ہیں کیونکہ اہل ایمان اس کے کرنے کو ناپسند کرتے ہیں۔''

◉ اسی بات کو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ان الفاظ میں بیان کیا:

ما رأى المسلمون حسنا فهو عند الله حسن وما رأوا سيئا فهو عند الله سيء (مسند احمد: جلد۴رص۴۵۳)

''جس کو مسلمان اچھا سمجھیں تو وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جس کو وہ برا سمجھیں وہ اللہ کے ہاں بھی برا ہے۔''

مختصر بات یہی ہے کہ عقل عام یا فطرتِ انسانی معروف و منکر کا علم حاصل کرنے کے لیے کوئی کسوٹی یا معیار نہیں ہیں بلکہ اصل معیار وحی ہے اور وحی نے معروف اور منکر کا تعین کر دیا ہے اور وحی کے متعین کردہ ان تمام معروفات و منکرات کے معروف و منکر ہونے کی گواہی عقل صحیح اور فطرتِ سلیمہ پر مشتمل انسانی معاشرے بھی دیتے ہیں۔

◉ اسی بات کو ایک اور انداز میں بیان کرتے ہوئے مشہور مفسر ابوحیان اندلسیؒ لکھتے ہیں:

فسّر بعضهم المعروف بالتوحيد والمنكر بالكفر ولا شك أن التوحيد رأس المعروف والكفر رأس المنكر ولكن الظاهر العموم في كل معروف مأمور به في الشرع وفي كل منهي نُهي عنه في الشرع

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

''بعض اہل علم نے معروف کی تفسیر توحید سے اور منکر کی تفسیر کفر سے کی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ توحید معروف کی بنیاد ہے اور کفر منکر کی جڑ ہے۔ لیکن بظاہر الفاظ میں عموم ہے، لہٰذا معروف سے مراد ہر وہ شے ہے جس کا ہماری شریعت میں حکم دیا گیا ہے اور منکر سے مراد ہر وہ شے ہے کہ جس سے ہماری شریعت میں منع کیا گیا ہے۔'' (البحر المحیط ؛ آلِ عمران:۱۰۴)

◉ امام ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں:

المعروف هو أمر الله... والمنكر هو ما نهى الله عنه

(احکام القرآن؛ سورۃ آلِ عمران، باب فرض الامر بالمعروف)

''معروف سے مراد اللہ کا حکم ہے ...جبکہ منکر سے مراد ہر وہ شے کہ جس اللہ نے منع کیا ہو۔''

◉ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں:

والمتبادر من المعروف الطاعات ومن المنكر المعاصي التي أنكرها الشرع (روح المعانی؛ سورۃ آل عمران:۱۱۰)

''بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ معروف میں تمام اطاعتیں شامل ہیں اور منکر سے مراد وہ تمام معاصی ہیں جن کو شریعت نے ناپسند سمجھا ہے۔''

◉ علامہ ابن حجر ہیثمیؒ فرماتے ہیں:

المراد بالأمر بالمعروف والنهي عن المنكر: الأمر بواجبات الشرع والنهي عن محرماته (الزواجر: جلد۳/ص۱۶۱)

''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے مراد ان چیزوں کا حکم کرنا ہے جن کو شریعت نے واجب قرار دیا ہے اور ان چیزوں سے منع کرنا ہے جن کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔''

◉ ابن ابی جمرہؒ فرماتے ہیں:

يطلق اسم المعروف على ما عُرف بأدلة الشرع من أعمال البر سواء جرت به العادة أم لا (فتح الباری: کتاب الادب، باب کل معروف صدقۃ)

''معروف کے لفظ کا اطلاق ہر اس نیکی پر ہوتا ہے جس کا نیکی ہونا کسی شرعی دلیل سے معلوم ہو، چاہے رواج اس کے مطابق ہو یا نہ ہو۔''

◉ ملا علی القاریؒ فرماتے ہیں:

المنكر ما أنكره الشرع وكرهه ولم يرض به (المبين المعين لفهم

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

الأربعین: ص۱۸۸ بحوالہ 'معروف منکر' از جلال الدین عمری: ص۷۹)

''منکر سے مراد جس کو شریعت نے ناپسند جانا ہو اور اس سے منع کیا ہو اور جس سے وہ راضی نہ ہو۔''

◉ علامہ مناویؒ فرماتے ہیں:

«من رأى منكم منكرًا» شيئا قبَّحه الشرع فعلا أو قولا

(التیسیر بشرح الجامع الصغیر: جلد۲/ص۴۱۸)

''من رأی منکم منکرا' سے مراد وہ چیز ہے جس کے کہنے یا کرنے کو شریعت نے ناپسند جانا ہو۔''

◉ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

يدخل في المعروف كل واجب وفي المنكر كل قبيح والقبائح هي السيئات وهي المحظورات كالشرك والكذب والظلم والفواحش

(العقیدة الأصفهانیة: ص۱۲۱)

''معروف میں ہر واجب داخل ہے اور منکر میں ہر برائی داخل ہے یعنی وہ باتیں کہ جن سے شریعت نے منع کیا ہے جیسا کہ شرک، جھوٹ، ظلم اور بے حیائی کے کام ہیں۔''

◉ امام شوکانیؒ فرماتے ہیں:

إنهم يأمرون بما هو معروف في هذه الشريعة وينهون عما هو منكر فالدليل على كون ذلك لشيء معروفا أو منكرا هو الكتاب و السنة

(إرشادالفحول: ص۴۷)

''وہ ہر اس چیز کا حکم دیتے ہیں جو اس شریعت میں معروف ہے اور اس سے منع کرتے ہیں جو منکر ہے پس اس چیز کے معروف یا منکر ہونے کی دلیل قرآن وسنت ہی ہیں۔''

◉ علامہ ابن الاثیرؒ فرماتے ہیں:

المعروف اسم جامع لكل ما عرف من طاعة الله والتقرب إليه والإحسان إلى الناس وكل ما ندب إليه الشرع ... وكل ما قبحه الشرع وحرمه وكرهه فهو منكر (النہایة: جلد۳، ص۴۴۲)

''معروف ایک جامع لفظ ہے جس میں ہر وہ چیز شامل ہے جو کہ اللہ کی اطاعت اور اس کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اور لوگوں سے حسن سلوک کے حوالے سے معروف ہو اور ہر وہ چیز جس کو شریعت نے پسندیدہ قرار دیا ہو...اور ہر وہ چیز جس کو شریعت نے برا کہا ہو اور حرام

© rasailojaraid.com

قرار دیا ہو اور اس کو ناپسند کیا ہو تو وہ منکر ہے۔''

◉ علامہ صاویؒ فرماتے ہیں:

المعروف المراد به ما طلبه الشارع ... المنكر ما نهى عنه الشارع

''معروف سے مراد ہر وہ چیز ہے کہ جس کا شریعت نے مطالبہ کیا ہو...اور منکر سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے شارع نے منع کیا ہو۔'' (حاشیۃ الصاوی علیٰ تفسیر الجلالین: جلد۱/ص۱۵۲)

◉ حدادیؒ فرماتے ہیں:

المعروف هو السنة والمنكر هو البدعة

(روح البیان: جلد۱/ص۹۵۹ بحوالہ معروف منکر: ص۹۶)

''معروف سے مراد سنت ہے جبکہ منکر سے مراد بدعت ہے۔''

◉ امام راغب فرماتے ہیں:

المعروف اسم لكل فعل يعرف بالعقل أو الشرع حسنه والمنكر ما ينكر بهما (مفردات: ص۳۳۱)

''معروف سے مراد ہر وہ فعل ہے جس کا اچھا ہونا عقل سے معلوم ہو یا شریعت اس کو اچھا کہے اور منکر وہ جسے عقل اور شریعت دونوں ناپسند کرتے ہوں۔''

ہم یہ بات پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جس کو ہماری شریعت نے معروف کہا ہے، اس کو عقل صحیح اور فطرتِ سلیمہ پر مشتمل مسلم معاشرہ بھی معروف کہتا ہے اور جس کو ہماری شریعت نے منکر کہا ہے، اس کو عقل صحیح اور فطرتِ سلیمہ پر مشتمل مسلم معاشرہ بھی منکر کہتا ہے۔ اس لیے امام راغبؒ نے معروف ومنکر کی تعریف میں عقل صحیح کو بھی داخل کر دیا۔

غامدی صاحب کے نزدیک معروف ومنکر کا مفہوم اور اس کا تعین

اہل سنت کے ہاں معروف ومنکر کا یہی صحیح مفہوم ہے جس کا تذکرہ ہم اوپر کر چکے ہیں جبکہ میڈیا کے معروف دانشور جناب جاوید احمد غامدی صاحب اہل سنت کے اس تصور کو نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک معروف ومنکر شریعت کا نہیں بلکہ فطرتِ انسانی کا موضوع ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اس بات کا تعین کہ یہ معروف ہے اور یہ منکر، اس کو اللہ تعالیٰ نے فطرتِ انسانی پر چھوڑ دیا یعنی وحی یا ہماری شریعت میں یہ رہنمائی موجود نہیں ہے کہ یہ معروفات اور یہ منکرات

© rasailojaraid.com

ہیں۔ جناب غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''قرآن کی دعوت اس کے پیش نظر جن مقدمات سے شروع ہوتی ہے، وہ یہ ہیں:

① دین فطرت کے حقائق ② سنت ابراہیمی ③ نبیوں کے صحائف

پہلی چیز کو وہ اپنی اصطلاح میں معروف ومنکر سے تعبیر کرتا ہے۔یعنی وہ باتیں جو انسانی فطرت میں خیر کی حیثیت سے پہچانی جاتی ہیں اور وہ جس سے فطرت ابا کرتی اور اُنہیں برا سمجھتی ہے۔ قرآن ان کی کوئی جامع مانع فہرست پیش نہیں کرتا بلکہ اس حقیقت کو مان کر کہ انسان ابتدا ہی سے معروف ومنکر، دونوں کو پورے شعور کے ساتھ بالکل الگ الگ پہچانتا ہے، اس سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ معروف کو اپنائے اور منکر کو چھوڑ دے ﴿وَالْمُؤمِنُوْنَ وَالْمُؤمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بَالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾اور مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں، یہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ یہ باہم دگر معروف کی نصیحت کرتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں۔ اس معاملے میں اگر کسی جگہ اختلاف ہو تو زمانۂ رسالت کے اہل عرب کا رجحان فیصلہ کن ہوگا۔'' (میزان:ص ۴۸،۴۹)

ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر معروف ومنکر شریعت کا موضوع نہیں ہے تو اللہ کے رسول ﷺ کی اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟

من رأى منكم منكرًا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه (صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب کون النھی عن المنکر من الایمان)

''جو بھی تم میں سے کسی منکر کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے تبدیل کر دے۔ اگر اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو اپنی زبان سے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتا تو اپنے دل سے۔''

اللہ کے رسول ﷺ منکر کو ہاتھ سے روکنے کا حکم دے رہے ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے منکرات کا تعین کر دیا ہے۔ اگر غامدی صاحب کا یہ نظریہ مان لیا جائے کہ معروف اور منکر کا تعین فطرتِ انسانی سے ہوگا تو شریعتِ اسلامیہ ایک کھیل تماشہ بن جائے گی۔ ایک شخص کے نزدیک ایک فعل معروف☆ ہوگا جبکہ دوسرے کے نزدیک وہی فعل منکر ہو گا۔مثلاً غامدی صاحب کے نزدیک رقص وسرود معروف کے تحت آئے گا۔اب غامدی صاحب کو قرآن کا یہ حکم ہے کہ وہ امر بالمعروف کا فریضہ سرانجام دیں یعنی لوگوں کو رقص وسرود انجام

© rasailojaraid.com

دینے کا حکم دیں جبکہ علمائے دین رقص وسرود کو منکرات میں شامل کرتے ہیں اور اُمت ِمسلمہ کو اللہ کے رسول ﷺ کا حکم ہے کہ وہ منکرات کو بزورِ بازو روکیں یعنی غامدی صاحب کو رقص وسرود کے جواز کا فتویٰ دینے سے ہرطرح روکیں۔

کیا بدعات 'منکرات' میں شامل ہیں؟

جناب جاوید احمد غامدی صاحب نے جامعہ حفصہ کے حوالے سے اپنے ایک حالیہ ٹی وی پروگرام⦿ میں یہ موقف اختیار کیا ہے کہ بدعات، منکر کی تعریف میں داخل نہیں ہیں۔ ہم موصوف کی توجہ ایک صحیح حدیث کی طرف دلانا چاہیں گے جس میں ایک صحابی رسول ﷺ نے ایک بدعت کے لیے منکر کا لفظ استعمال کیا۔ حضرت طارق بن شہابؓ سے روایت ہے:

أول من بدأ بالخطبة يوم العيد قبل الصلاة مروان فقام إليه رجل فقال الصلاة قبل الخطبة فقال قد ترك ما هنالك فقال أبو سعيد: أما هذا فقد قضى ما عليه . سمعت رسول الله يقول من رأى منكم منكرًا فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان

(صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب کون النھی عن المنکر من الایمان)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کی لغت میں منکر کے لفظ میں بدعات بھی شامل تھیں جبکہ جناب جاوید غامدی صاحب کی عربی معلّٰی اس بات کی جازت نہیں دیتی کہ بدعات کو منکرات میں شامل کیا جائے...... **یا للعجب** !

دعوت اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فرق

دعوت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر جب اکٹھے استعمال ہوں تو ان میں ایک گونہ فرق

☆ 'اشراق' کے نائب مدیر سید منظور الحسن اپنے مضمون 'اسلام اور موسیقی' جو [جاوید غامدی کے افادات] پر مبنی ہے میں لکھتے ہیں: ''موسیقی انسانی فطرت کا جائز اظہار ہے، اس لئے اس کے مباح ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔'' ......''ماہر فن مغنیہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا گانا سنانے کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے سیدہ عائشہؓ کو اس کا گانا سنوایا، سیدہ عائشہ حضورؐ کے شانے پر سر رکھ کر بہت دیر تک گانا سنتی اور رقص دیکھتی رہیں۔''

(اشراق بابت مارچ ۲۰۰۴ء، ص ۸ و ۱۹)

⦿ 'جیو' کا پروگرام 'غامدی' بعنوان 'معروف ومنکر' مؤرخہ ۲۰/اپریل ۲۰۰۷ء، ۸ بجے رات

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

ہوتا ہے یعنی دعوت کا مقصد پیغام رسانی اور ترغیب وترہیب ہوتا ہے جبکہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا مقصد بھلائی کا فروغ اور برائی کو مٹانا ہے۔ علاوہ ازیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں نفاذِ شریعت کی مساعی بھی شامل ہیں، اس لیے ہر دو اصطلاحات میں اس اعتبار سے فرق ہے جبکہ جناب جاوید احمد غامدی صاحب نے اپنے ایک غلط فلسفے کو سیدھا کرنے کے لیے قرآنی آیات کی من مانی تاویلات کرتے ہوئے دعوت (جسے وہ تواصی بالحق بھی کہتے ہیں) اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضے کو بالکل ایک ہی بنا دیا۔ جناب غامدی لکھتے ہیں:

''ایک دوسرے کو حق اور حق پر ثابت قدمی کی یہی نصیحت ہے جسے قرآن مجید نے بعض دوسرے مقامات پر 'امر بالمعروف' اور 'نہی عن منکر' سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی عقل وفطرت کی رو سے جو باتیں اچھی ہیں، ان کی تلقین کی جائے اور جو بری ہیں، ان سے لوگوں کو روکا جائے۔ یہ درحقیقت منفی ومثبت، دونوں پہلوؤں سے 'تواصی بالحق' ہی کا بیان ہے۔ ارشاد فرمایا: وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ''

غامدی صاحب نے اس آیت کی من مانی تاویل کرتے ہوئے اس آیت میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے مراد 'تواصی بالحق' لیا ہے جس کی کوئی دلیل سلف صالحین تو کجا کسی عربی لغت یا غامدی صاحب کی عربی معلّٰی میں بھی نہیں ملتی۔ غامدی صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ اس آیت کے ظاہری الفاظ امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے 'تواصی بالحق' مراد لینے کے لیے اپنی عربی معلّٰی سے کوئی عربی شعر ہی بطورِ استشہاد پیش کر دیتے تاکہ ہم غامدی صاحب کی اس تاویل کو کم از کم 'من مانی تاویل' تو نہ کہہ سکتے۔

'تواصی بالحق' درحقیقت حق بات کی زور دار وعظ ونصیحت کو کہتے ہیں جبکہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر حق بات کی وعظ ونصیحت سے بڑھ کر اس کے لئے کچھ اقدامات کرنے کی بحث ہے۔ خود امر اور نہی کے الفاظ میں یہ بات بیان ہوئی ہے۔ ان اصطلاحات میں نفاذ کا مفہوم بھی شامل ہے۔ اس لئے تغییر (منکر کو معروف سے بدلنا) چاہے باللسان ہو یا بالید، یہ نہی عن المنکر کا موضوع تو ہوسکتا ہے لیکن تواصی بالحق کا موضوع ہرگز نہیں ہے۔

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.co

یہاں ایک اور بات کی وضاحت ضروری ہے کہ بعض لوگ منکر اور معصیت کو ایک ہی سمجھتے ہیں، حالانکہ ان دونوں میں فرق ہے۔منکر کا لفظ وسیع مفہوم کا حامل ہے۔منکر میں معصیت کی نسبت کسی مسلم معاشرے کا ایک فعل کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھنے کا مفہوم بھی اضافی طور پر پا یا جاتا ہے۔امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں اس فرق کو کئی مثالوں کے ذریعے واضح کیا ہے مثلاً ایک بچہ پیشاب پی رہا ہو تو ہم اس کے اس فعل کو معصیت تو نہیں کہیں گے کیونکہ وہ بلوغت سے پہلے شرعی احکام کا مکلّف نہیں ہے لیکن اس کا یہ فعل منکر ضرور ہے، اس لیے اسے اس فعل سے روکا جائے گا۔اسی طرح اگر کوئی پاگل زنا کر رہا ہو تو وہ بھی مکلّف نہ ہونے کی وجہ سے معصیت کا مرتکب نہیں ہے لیکن اس کا یہ فعل منکر ہے لہٰذا اسے اس فعل سے روکا جائے گا۔اسی طرح اگر کوئی غیر مسلم یا منکر خدا عمل قومِ لوط میں مبتلا ہو تو اگرچہ وہ شرعی احکام کا مکلّف نہیں ہے لیکن اس کے باوجود اس کو اس فعل سے روکنا نہی عن المنکر کے تحت آئے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے فعل بد کے لیے ﴿وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنْكَرَ﴾ کے الفاظ استعمال کیے۔

معلوم یہ ہوا ہے کہ منکر میں ہر معصیت شامل ہے لیکن ہر معصیت، منکر نہیں ہے۔یہ بات واضح رہے کہ بچے یا پاگل یا غیر مسلم کے اس فعل کا منکر ہونا ہمیں شریعت ہی سے معلوم ہوا ہے لہٰذا ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ وحی نے کوئی ایسی چیز باقی نہیں چھوڑی کہ جس کے معروف ومنکر ہونے کے بارے میں عقل وفطرت کو حَکَم بنانے کی ضرورت محسوس ہو۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا وجوب واہمیت

امر بالمعروف و نہی عن المنکر واجباتِ شرعیہ میں سے ایک اہم ترین واجب ہے کہ جس کے وجوب پر قرآن وسنت اور اجماعِ اُمت شاہد ہیں۔قرآنِ مجید میں کئی جگہ اُمتِ مسلمہ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید کی گئی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (سورۃ آلِ عمران:۱۰۴)

''اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے۔اُنہیں معروف کا

© rasailojaraid.com

حکم دے اور منکر سے منع کرے اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

امام قرطبیؒ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

و'مِنْ' في قوله تعالى:'منكم' للتبعيض۔ ومعناه يجب أن يكونوا علماء وليس كل الناس علماء. وقيل لبيان الجنس والمعنى لتكونوا كلكم كذلك (الجامع لاحکام القرآن:سورۃ آلِ عمران:۱۰۴)

اور مِنْ اللہ تعالیٰ کے قول منکم میں تبعیض کے لیے ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ ضروری ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے والے علما ہوں جبکہ تمام لوگ علما نہیں ہوتے اور ایک دوسرا قول یہ ہے کہ مِن بیانِ جنس کیلئے ہے یعنی تم سب امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرو۔''

▣ اس مفہوم میں قرآن کریم کی ایک اور آیت اس سے بھی زیادہ واضح ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

''تم لوگوں کے لئے نکالی گئی بہترین اُمت ہو۔تم نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو۔''

▣ اسی طرح بہت سی احادیث میں بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید کی گئی ہے مثلاً آپ ﷺ کا فرمان اوپر بیان ہو چکا ہے:

من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الايمان (صحیح مسلم:کتاب الایمان، باب کون النھی عن المنکر من الایمان)

''جو بھی تم میں سے کسی منکر کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے تبدیل کر دے۔ اگر اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو اپنی زبان سے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتا تو اپنے دل سے۔''

▣ اسی طرح علما کا اجماع بھی اس بات کی صریح دلیل ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے۔امام ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں:

أكد الله تعالى فرض الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر في مواضع من كتابه وبينه رسول الله ﷺ في أخبار متواترة عنه فيه وأجمع السلف وفقهاء الأمصار على وجوبه (احکام القرآن:سورۃ المائدۃ، باب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر)

''اللہ تعالیٰ نے امر بالمعرو ونہی عن المنکر کی فرضیت کو اپنی کتاب میں کئی جگہ تاکیداً بیان کیا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی فرضیت کو ان احادیث میں بیان کیا ہے جو کہ آپ سے متواتر

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

مروی ہیں اور علما سلف اور تمام بلادِ اسلامیہ کے فقہا کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ فرض ہے۔''

امام نوویؒ لکھتے ہیں:

قد تطابق على وجوب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر الكتاب والسنة وإجماع الأمة... ووجوبه بالشرع لا بالعقل خلافا للمعتزلة

(شرح النووی مع صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون النھی عن المنکر من الایمان)

''امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فرض ہونے پر کتاب و سنت اور اجماعِ اُمت سبھی شاہد ہیں...اور اس کا فرض ہونا شرعاً ہے نہ کہ عقلاً جیسا کہ معتزلہ کا خیال ہے۔''

امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرضِ عین یا فرضِ کفایہ

علما کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرضِ عین ہے یا فرضِ کفایہ؟ جمہور علما کی رائے یہ ہے کہ یہ فرضِ کفایہ ہے جبکہ بعض علما کا کہنا یہ ہے کہ یہ فرضِ عین ہے۔علما کے ان اقوال میں تطبیق پیدا کرنے کے لیے امام شاطبیؒ نے بڑی عمدہ بحث کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

قد يصح أن يقال أنه واجب على الجميع على وجه من التجوز لأن القيام بذلك الفرض قيام بمصلحة عامة فهم مطلوبون بسدها على الجملة فبعضهم هو قادر عليها مباشرة وذلك من كان أهلا لها والباقون وإن لم يقدروا عليها قادرون على إقامة القادرين فمن كان قادرا على الولاية فهو مطلوب بإقامتها ومن لا يقدر عليها مطلوب بأمر آخر وهو إقامة ذلك القادر وإجباره على القيام بها (الموافقات: جلد۱ص۱۷۸تا۱۷۹)

''یہ کہنا مجازاً صحیح ہو گا کہ وہ (فرضِ کفایہ) سب پر ہی فرض ہے کیونکہ اس فرض کو قائم کرنا درحقیقت دین کی ایک عمومی مصلحت کو پورا کرنا ہے اور اس عمومی مصلحت کے پورا کرنے کا مطالبہ سب مسلمانوں سے ہے۔ پس بعض تو اس فرضِ کفایہ کوخود انجام دینے کی قدرت رکھتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جن میں اس فرض کی ادائیگی کی اہلیت ہوجبکہ باقی افراد اگرچہ اس فرض کی ادائیگی پر تو قادر نہیں ہیں لیکن وہ اس فرض کی قدرت رکھنے والوں کو اس فرض کی ادائیگی کے لیے کھڑا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں پس جو شخص اس فرض کی ادیگی پر قادر ہو تو

© rasailojaraid.com

اس سے اس فرض کی اقامت مطلوب ہے اور جو اس فرض کی اقامت پر قادر نہ ہو تو اس سے ایک اور چیز مطلوب ہے اور وہ یہ کہ وہ اس فرض کی ادائیگی کی قدرت رکھنے والے کو اس فرض کی اقامت کے لیے کھڑا کرے اور اسے اس فرض کے قائم کرنے پر مجبور کرے۔''

پس یہ معلوم ہوا کہ جو لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی استطاعت اور قدرت رکھتے ہیں تو ان پر اس فریضے کی ادائیگی فرضِ عین ہے جبکہ باقی افراد کا فرض یہ ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی استطاعت وقوت رکھنے والوں کو اس فرض کی ادائیگی پر مجبور کریں۔اس اعتبار سے امام شاطبیؒ کے نزدیک اس فریضے کے اقامت میں تمام لوگ شامل ہو جائیں گے۔

یہ واضح رہے کہ جو صاحبِ استطاعت ہے، اس کے حق میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض عین ہو جاتا ہے۔اس بارے میں امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

وهو فرض على الكفاية ويصير فرض عين على القادر الذي لم يقم به غيره (الحسبة في الإسلام:ص۳۷)

''یہ فرضِ کفایہ ہے لیکن اس شخص پر یہ فرضِ عین ہو جاتا ہے جو کہ اس پر قادر ہو جبکہ اس کے علاوہ اس فرض کو کوئی اور انجام بھی نہ دے رہا ہو۔''

اس اعتبار سے حدود و تعزیرات کا نفاذ اصحابِ اقتدار اور اُمرا پر فرضِ عین ہے کیونکہ اس فریضہ کی ادائیگی پر صرف یہی لوگ قادر ہیں۔اسی طرح اگر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ کوئی بھی انجام نہ دے رہا ہو تو یہ بھی اصحابِ اقتدار پر فرضِ عین ہو گا۔

فرضِ عین اور فرضِ کفایہ کی تقسیم میں ہمارے ہاں بڑے مغالطے پائے جاتے ہیں۔ہم ان غلط فہمیوں کو دور کرنے اور فرضِ عین اور فرضِ کفایہ کے باہمی ربط و تعلق کو واضح کرنے کے لیے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بھلائی کو فروغ دینے اور برائی کے خاتمے کے لئے جو احکامات دیے ہیں، ان میں مخاطبین کی دو حیثیتیں ہیں:

① اگر اللہ کی طرف سے دیے گئے احکامات میں براہِ راست فرد مخاطب ہو تو معاشرے سے خطاب بالواسطہ ہو گا، اسے فرضِ عین کہتے ہیں۔

② اگر ان احکامات میں اصل مخاطب معاشرہ یا جماعت ہو اور جبکہ اشخاص، معاشرہ یا جماعت

© rasailojaraid.co

کے توسط سے میں شامل ہوں گے تو یہ فرضِ کفایہ ہوگا۔

گویا دونوں صورتوں میں انفرادی اور اجتماعی طور پر فرد و معاشرہ فرض کی ادائیگی کے لیے ذمہ دار ہوتے ہیں لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ فرضِ عین میں براہِ راست خطاب فرد سے ہوتا ہے جبکہ فرضِ کفایہ میں اصل مخاطب معاشرہ یا جماعت ہوتی ہے۔ اس کی سادہ سی مثال رفاہِ عامہ کے کام اور معاشرے کی اصلاح ہے جو بلاشبہ حکومت کا فرض تو ہے ہی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے افراد یا این جی اوز (NGOs) بھی نہ صرف رفاہی اُمور انجام دیتے ہیں بلکہ حکومتوں سے بھی بازی لے جاتے ہیں۔ یہ این جی اوز جس طرح رفاہی امور انجام دیتی ہیں اسی طرح اُنہیں معاشرے میں موجود سماجی خرابیوں کا بھی علاج کرنا چاہیئے۔

معاشرتی اصلاح و بہبود کے اس عمل کی مثبت اور منفی دونوں جہتوں کا کوئی صاحبِ عقل انکار نہیں کرسکتا۔ لہٰذا بلاشبہ معاشرے کی اصلاح و بہبود کے کام حکومت کے علاوہ عوام الناس یا کوئی سرکاری یا غیر سرکاری جماعت بھی انجام دے سکتی ہے لیکن فرد کے بجائے جب معاشرتی سطح پر کام کیا جائے تو یہ فرق ہوتا ہے کہ اگرچہ کام تو افراد ہی کرتے ہیں لیکن سماجی انجمنوں کے کام انجام دینے کے بعد عام افراد سے یہ بوجھ اُتر جاتا ہے اسی لئے اسے فرضِ کفایہ (کچھ افراد کے کام نے سب کو کفایت کردیا) کہتے ہیں جبکہ فرضِ عین بعینہٖ (ہر فرد عین پر) لازم ہوتا ہے مثلاً بعض افراد کے پانچ نمازیں پڑھنے سے تمام معاشرے سے نماز کی ادائیگی کی ذمہ داری ساقط نہ ہوگی جبکہ نمازِ جنازہ اگر متعلقین ادا کرلیں تو تمام معاشرے کی ذمہ داری پوری ہوجاتی ہے اسی لیے نمازِ جنازہ کو فرضِ کفایہ کہتے ہیں۔

فرضِ عین اور فرضِ کفایہ کی تقسیم ایک اور اعتبار سے بھی کی جاسکتی ہے۔ وہ اس طرح کہ شرع کا اصل مقصد یا تو بھلائی کو صرف وجود میں لانا اور برائی کا خاتمہ ہوتا ہے یا ہر فرد و بشر کو اس کام کا مکلّف بنانا بھی مقصود ہوتا ہے۔ اگر کام کے ساتھ فرد کی ذاتی ذمہ داری بھی مطلوب ہو تو وہ فرضِ عین ہوگا اور اگر صرف کارِ خیر کا وجود مقصود ہو تو وہ فرضِ کفایہ ہوگا چنانچہ جب کام ہی مطلوب تھا اور وہ تکمیل پذیر ہوگیا تو مقصود حاصل ہوا، اس لیے باقی افراد سے اس فریضے کی ادائیگی کی ذمہ داری ساقط ہو جائے گی جیسا کہ جہاد وقتال کا فریضہ ہے۔ اور اگر فرد کی ذاتی

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

ذمہ داری بھی مطلوب ہے تو پھر اس کا ذاتی طور پر بھی اس عمل کو کرنا لازم ہوگا جیسے اسلام کے ارکانِ خمسہ نماز، روزہ وغیرہ چنانچہ صرف ریاست کے اسلامی کلمہ (طیبہ) کے حامل ہونے کی بنا پر تمام شہری مسلمان نہ ہوں گے بلکہ اقلیتوں کے وجود کی بھی گنجائش ہوگی۔

جناب غامدی صاحب کو یہ غلطی لگی ہے کہ وہ روے زمین پر بسنے والے انسانوں کو صرف افراد کی حیثیت سے یا حکمران کی حیثیت سے دیکھ رہے ہیں جبکہ سماج و معاشرہ کی اہمیت کو وہ نظر انداز کر رہے ہیں حالانکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فرض کی ادائیگی کے لیے سماج ومعاشرہ بھی (غیر سیاسی حیثیت سے) بہت اہم ذمہ داریوں کا حامل ہے۔لٰہذا وہ جس طرح امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضے کو ریاست کی انتظامیہ کے ساتھ خاص کر کے اصحابِ اقتدار کے اختیارات کے گن تو گا رہے ہیں لیکن اُنہوں نے یہ بھی غور نہیں کیا کہ ان کی نام نہاد جمہوریت میں حکومت کی ذمہ داری تو عارضی ہوتی ہے جبکہ عوام کی سیاسی حاکمیت ہمیشہ بحال رہتی ہے اور یہ علم سیاسیات کی ایک اُصولی بات ہے کہ حکومتیں عوامی دباؤ سے بھی بہت سے کام کرتی ہیں چنانچہ چیک اینڈ بیلنس کا نظام بھی ریاست کے نظم ونسق کے لیے اشد ضروری ہے اور اربابِ اقتدار کو سیدھا رکھنے کا یہ کام سیاسی مقتدرِ اعلیٰ (سیاسی جماعتیں اور عوام) ہی انجام دیتے ہیں،اس لیے امر بالمعروف و نہی عن المنکر یقیناً عوام الناس کا بھی فریضہ ہے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور شرطِ عدالت

بعض علما نے کہا کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے عدالت شرط ہے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ خود بھی معروف پر عمل پیرا ہو اور منکر سے روکنے والا ہو۔ کسی حد تک یہ شرط لگانا صحیح ہے کیونکہ قرآن نے ان لوگوں پر تنقید کی ہے جو کسی دوسروں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہیں لیکن خود نیکی نہیں کرتے۔جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

﴿أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ﴾ (البقرۃ:۴۴)

''کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنی جانوں کو بھول جاتے ہو۔''

لیکن یہ کہنا کہ جو شخص کسی معروف کا تارک ہو یا کسی منکر کا مرتکب ہو تو اس پر سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ساقط ہو جاتا ہے، پوری طرح صحیح نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com

◉ امام ابوبکر جصاص ؒ فرماتے ہیں:

من لم يفعل سائر المعروف ولم ينته سائر المناكير فإن فرض الأمربالمعروف والنهي عن المنكر غير ساقط عنه

(احکام القرآن: سورۃ آلِ عمران، باب فرض الامر بالمعروف والنھی عن المنکر)

''جو تمام معروفات پر عمل پیرا نہ ہو اور نہ ہی تمام منکرات سے بچا ہوا تو اس سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ساقط نہیں ہوتا۔''

◉ سعید ابن جبیر ؒ فرماتے ہیں:

لو كان المرء لا يأمر بالمعروف ولا ينهى عن المنكر حتى لا يكون فيه شيء ما أمر أحد بمعروف ولا نهى عن منكر (تفسیر ابن کثیر؛ البقرۃ:۴۴)

''اگر کوئی شخص یہ کہے کہ وہ اس وقت تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرے گا جب تک کہ اس میں کوئی منکر ہو تو اس طرح کوئی بھی کسی معروف کا نہ تو حکم دے سکتا ہے اور نہ ہی منکر سے منع کر سکتا ہے۔''

◉ امام مالک ؒ سعید بن جبیر ؒ کے اس قول کے بارے میں فرماتے ہیں:

صدق من ذا الذي ليس فيه شيء (ایضاً)

''سعید بن جبیر ؒ نے سچ کہا ہے کیونکہ کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے کہ جس میں کوئی نہ کوئی منکر نہ پایا جاتا ہو۔''

◉ حافظ ابن کثیر ؒ اس مسئلے میں فرماتے ہیں:

والصحيح أن العالم يأمر بالمعروف وإن لم يفعله وينهى عن المنكر وان ارتكبه (ایضاً)

''صحیح بات یہ ہے کہ عالم معروف کا حکم دے گا، اگرچہ وہ خود اس کو نہ کرے اور منکر سے منع کرے گا، اگرچہ وہ خود اس کا مرتکب ہو۔''

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا دائرۂ کار

امر بالمعروف ونہی عن المنکر حوالے سے ایک چیز جو بہت ہی اہم ہے وہ یہ کہ اس کا دائرۂ کار کیا ہے۔ کیا یہ صرف ریاست کی ذمہ داری ہے یا افراد کا ذاتی سطح پر اور معاشرے کا بھی اس

© rasailojaraid.com

فریضے کی ادائیگی میں کوئی کردار ہے؟

جمہور علما کے نزدیک یہ فریضہ 'ریاست' کے ساتھ ساتھ فرد اور عام معاشرے پر بھی عائد ہوتا ہے۔ جبکہ ہمارے ہاں بعض متجددین نے اس کے لیے ریاست یا اس کی اجازت کو بطورِ شرط بیان کیا ہے۔ جناب علامہ جاوید احمد غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ حکم (یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) اربابِ اقتدار سے متعلق ہے ...دوسرے لفظوں میں گویا قرآن کا منشا یہ ہے کہ فوج اور پولیس کی طرح اسلامی ریاست کے نظام میں ایک محکمہ قانونی اختیارات کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے قائم ہونا چاہیے..قرآن مجید کی رو سے اُمت میں قیامِ حکومت کے بعد یہ فرض اس کے اربابِ حل وعقد پر عائد ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو خیر کی طرف بلاتے، منکر سے روکتے اور معروف کی تلقین کرتے رہیں۔ ان پر لازم ہے کہ نظمِ ریاست سے متعلق دوسری تمام فطری ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے ساتھ اپنی یہ ذمہ داری بھی لازماً پوری کریں۔'' (میزان:ص۲۱۲)

غامدی صاحب کے نزدیک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حکومت یا صرف اس کی طرف سے متعین کردہ نمائندوں کا فریضہ ہے۔ ان کے نزدیک علما یا عوام الناس پر یہ فرض نہیں ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں۔ غامدی صاحب کا یہ موقف قرآن و سنت اور اجماعِ اُمت کے خلاف ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْمُؤمِنُوْنَ وَالْمُؤمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَّأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (التوبۃ:۷۱)

''مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ وہ معروف کا حکم دیتے ہیں اور منکر سے منع کرتے ہیں۔''

قرآن کی اس آیت سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ فریضہ عام ہے۔ اسی طرح قرآنِ کریم کی اور بھی بہت سی آیات اس بات شاہد ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک عام فریضہ ہے کہ جس میں حکومت و ریاست اور عوام و علما برابر کے شریک ہیں۔ ان آیات کو امام غزالیؒ نے اپنی کتاب إحیاء العلوم میں جمع کر دیا ہے ان میں ایک اور آیت ہم پیش کیے دیتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

© rasailojaraid.com

﴿لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِنْ نَّجْوَاهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ﴾ (النساء:۱۱۴)

''ان کی سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں ہے سوائے اس کے جس نے صدقہ کرنے کا حکم دیا یا کسی معروف کا حکم دیا یا لوگوں میں اصلاح کا حکم دیا۔''

انہی ارشاداتِ قرآنی وغیرہ کی رو سے علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر صرف اصحابِ اقتدار کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ عام مسلمانوں کے لیے بھی ثابت ہے۔امام نوویؒ لکھتے ہیں :

قال العلماء: ولا يختص الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر بأصحاب الولايات بل ذلك ثابت لاحاد المسلمين . قال إمام الحرمين: والدليل عليه إجماع المسلمين فإن غير الولاة في الصدر الأول والعصر الذي يليه كانوا يأمرون الولاة بالمعروف وينهوهم عن المنكر مع تقرير المسلمين إياهم وترك توبيخهم على التشاغل بالأمر بالمعروف والنهي عن المنكر من غير ولاة

(شرح النووی مع صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب کون النھی عن المنکر من الایمان)

''علما نے کہا ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اصحابِ اقتدار کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ عام مسلمانوں کے لیے بھی ثابت ہے۔امام الحرمینؒ نے کہا ہے کہ اس بات کی دلیل مسلمانوں کا اجماع ہے کیونکہ صدرِ اوّل اور اس سے ملحق زمانوں میں عوام الناس،حکمرانوں کو معروف کا حکم دیتے تھے اور منکر سے منع کرتے تھے اور اس پر تمام مسلمانوں کی تقریر شاہد ہے۔ علاوہ ازیں تمام مسلمانوں کا حکمرانوں کے علاوہ افرادِ امت کے امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں مشغول ہو جانے پر کوئی انکار نہ کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ غیر حکمران کے لیے بھی روا ہے۔''

غامدی صاحب نے اپنے اس موقف کے اثبات کے لیے جو دلیل دی ہے، وہ قرآن کی درج ذیل آیت ہے:

''اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ آتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ اور یہ (اہل ایمان) وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو سرزمین

© rasailojaraid.com

میں اقتدار بخشیں تو نماز کا اہتمام کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے، بھلائی کی تلقین کریں گے اور برائی سے روکیں گے۔'' (میزان: ص۲۱۲)

ہم نے اس آیت کا ترجمہ وہی بیان ہے جو کہ غامدی صاحب نے اپنی کتاب 'میزان' میں لکھا ہے۔ غامدی صاحب نے اپنے اس ترجمے میں اس آیت کو اصحاب اقتدار کے ساتھ خاص کیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ قرآن کی اسی آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ألا إنها ليست على الوالي وحده ولكنها على الوالي والمولي عليه
(تفسیر ابن کثیر: سورۃ الحج: ۴۱)

''خبردار یہ صرف حکمران کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ حکمران اور عوام الناس دونوں پر فرض ہے۔''

کیونکہ 'تمکین فی الارض' صرف حکمران کو حاصل نہیں ہے بلکہ قرآن کی رُو سے ہر انسان کو کسی نہ کسی نوع کا تمکن اس زمین میں حاصل ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ﴾ (الاعراف: ۱۰)

''(اے انسانو!) ہم نے تم سب کو زمین میں جگہ دی ہے اور اسی میں تمہارے وسائل رزق رکھے ہیں۔''

ظاہر ہے کہ تمام انسان زمین میں خلیفہ ہیں اور ہر انسان کوئی نہ کوئی اختیار رکھتا ہے لہٰذا جزوی اقتدار بھی ہر شخص کو حاصل ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو اصحابِ اقتدار کے ساتھ خاص کرنا ایک ایسی غیر منطقی اور خلافِ عقل بات ہے جس کا ردّ قرآن وسنت کی واضح وصریح نصوص کے علاوہ اجماعِ اُمت اور عقل عام سے بھی ہوتا ہے۔ امام غزالیؒ، غامدی صاحب جیسا موقف رکھنے والے افراد کا ردّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هذا الاشتراط فاسد فإن الآيات والأخبار التي أوردناها تدل على أن كل من رأى منكرا فسكت عليه عصى إذ يجب نهيه أينما رآه وكيفما رآه على العموم فالتخصيص بشرط التفويض من الإمام تحكم لا أصل له......استمرار عادات السلف على الحسبة على الولاة قاطع بإجماعهم على الاستغناء عن التفويض بل كل من أمر بمعروف فإن كان الوالي

© rasailojaraid.com

راضيا به فذاك وإن كان ساخطا له فسخطه له منكر يجب الإنكار عليه فكيف يحتاج إلى أذنه في الإنكار عليه (احیاء العلوم: جلد۲/ص ۱۵۱'۱۵۲)

''یہ شرط لگانا (کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لیے حکومت کی اجازت ضروری ہے) ہی فاسد ہے کیونکہ آیات اور احادیث جن کا ہم نے تذکرہ کیا ہے، اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جس نے بھی کسی منکر کو دیکھا اور اور اس پر سکوت اختیار کیا تو اس نے اللہ کی نافرمانی کی کیونکہ اس پر اس منکر سے روکنا واجب تھا۔ چاہے، جہاں بھی اس نے اس منکر کو دیکھا ہو اور جس حالت میں بھی دیکھا ہو۔ پس اس عام حکم میں اس شرط کے ساتھ تخصیص پیدا کرنا کہ نہی عن المنکر اس وقت فرض ہو گا جبکہ امام کی اجازت ہو، بلا دلیل ہے اور اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے...سلف صالحین کا یہ مسلسل طرزِ عمل کہ وہ حکمرانوں کا احتساب کرتے رہے، اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ اس فریضے کی ادئیگی کے لیے حکمرانوں کی طرف سے مامور ہونا قطعاً ضروری نہیں ہے۔ پس جس نے بھی معروف کا حکم دیا اور حکمران نے اس کو پسند کیا تو یہی چیز مطلوب ہے اور اگر حکمران اس معروف کے حکم کرنے سے ناراض ہوا تو حکمران کی یہ ناراضگی خود ایسا منکر ہے کہ جس کا انکار واجب ہے۔ اس صورت میں یہ شخص حکمران سے صادر ہونے والے اس منکر کے انکار کے لیے کیسے اس کی اجازت کا محتاج ہو گا؟

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا میدانِ عمل

ہم یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ریاست اور اس کے افراد دونوں کی ذمہ داری ہے اور یہی موقف قرآن وسنت اور اجماعِ اُمت سے ثابت ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ فریضہ ادا کرتے وقت ایک ریاست اور عام شہری یا مسلمانوں کی تنظیم کے دائرۂ عمل میں کچھ فرق ضرور ہو گا۔ لیکن اس فرق کے باوجود فرد اور ریاست دونوں کے لیے یہ دائرۂ عمل بہت وسیع ہے۔ جناب جاوید احمد غامدی کی رائے اس سلسلے میں یہ ہے کہ وہ ایک فرد کے دائرۂ عمل کو اپنے گھر، اعزہ واقارب اور احباب تک محدود کر دیتے ہیں۔ جناب غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''اس دعوت کا اصل دائرۂ عمل، جس طرح کہ ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کے الفاظ سے واضح ہے، ہر شخص کا اپنا ماحول ہے۔ اس کو یہ کام اپنے گھر، اپنے اعزہ واقارب اور اپنے

© rasailojaraid.com

احباب ہی میں کرنا چاہیے...اسی 'تواصو بالحق' کے تحت رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو یہ ہدایت فرمائی کہ وہ اگر کوئی منکر دیکھیں تو اپنے دائرۂ اختیار میں اس کا اِزالہ کرنے کی کوشش کریں...شوہر، باپ، حکمران سب اپنے اپنے دائرۂ اختیار میں لاریب اسی کے مکلّف ہیں کہ منکر کو قوت سے مٹا دیں۔'' (میزان: ص۲۱۴'۲۱۵'۲۱۶)

غامدی صاحب نے تغییر المنکر کے لیے دائرۂ اختیار کی جو شرط لگائی ہے، وہ امام نوویؒ کے بقول اجماع کے خلاف ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کیونکہ بھلائی کے پہلے قرونِ ثلاثہ میں عوام الناس اور علما' اپنے حکمرانوں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے رہے اور حکمران تو عوام الناس اور علما کے دائرۂ اختیار میں نہیں آتے۔اسی طرح صحیح مسلم کی ایک روایت ہے:

عن عبد الله بن مسعود أن رسول الله ﷺ قال ما من نبي بعثه الله تعالى في أمة قبلي إلا كان له من أمته حواريون وأصحاب يأخذون بسنته ويقتدون بأمره ثم إنها تخلف من بعدهم خلوف يقولون ما لا يفعلون ويفعلون ما لا يؤمرون فمن جاهدهم بيده فهو مؤمن ومن جاهدهم بلسانه فهو مؤمن ومن جاهده بقلبه فهو مؤمن وليس وراء ذلك من الإيمان حبة خردل (صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب کون النھی عن المنکر من الایمان)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: مجھ سے پہلی اُمتوں میں کوئی بھی ایسا نبی نہیں گزرا کہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی اُمت میں سے کچھ اصحاب اور حواری نہ بنائے ہوں جو کہ اس نبی کی سنت کو پکڑتے اور اس کی اقتدا کرتے تھے۔پھر ان کے بعد کچھ ناخلف قسم کے لوگ جانشین بنتے جو ایسی باتیں کرتے تھے جو کہ وہ نہیں کرتے تھے اور ایسے کام کرتے تھے جن کا ان کو حکم نہیں دیا جاتا پس جو ان سے اپنے ہاتھ سے جہاد کرے تو وہ مؤمن ہے اور جو کوئی ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے تو وہ بھی مؤمن ہے اور جو کوئی ان سے اپنے دل سے جہاد کرے تو وہ بھی مؤمن ہے اور اس کے بعد تو رائی کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔''

اس حدیث میں ناخلف اور نااہل حکمرانوں کے خلاف ہاتھ سے جہاد کو ایمان قرار دیا گیا

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.co

ہے، حالانکہ حکمران ایک عام انسان کے دائرۂ اختیار میں داخل نہیں ہیں۔ اسی طرح ایک حسن حدیث میں جابر حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنے کو افضل جہاد کہا گیا ہے☆ اور یہ بھی زبان کے ساتھ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہی ہے۔

اگر تو کوئی شخص کسی منکر کا ارتکاب کر چکا ہو تو اس پر حد یا تعزیر جاری کرنے کا معاملہ تو بلاشبہ حکومت یا امام کی ذمہ داری ہے لیکن اگر کوئی شخص کسی معصیت یا منکر کو دیکھ رہا ہو تو اس دیکھنے والے کے لیے بھی اس معصیت یا منکر کا اِزالہ واجب ہو گا، اگر وہ اس کے ازالے کی قدرت رکھتا ہو۔ امام ابوبکر جصاصؒ نے اس مسئلے پر بڑی ہی مدلل گفتگو کی ہے، فرماتے ہیں:

وفي هذه الأخبار دلالة على أن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر لهما حالان: حال يمكن فيها تغيير المنكر وإزالته، ففرض على من أمكنه إزالة ذلك بيده أن يزيله، وإزالته باليد تكون على وجوه: منها أن لا يمكنه إزالته إلا بالسيف وأن يأتي على نفس فاعل المنكر فعليه أن يفعل ذلك كمن رأى رجلا قصده أو قصد غيره بقتله أو يأخذ ماله أو قصد الزنا بامرأة أو نحو ذلك وعلم أنه لا ينتهي إن أنكره بالقول أو قاتله بما دون السلاح فعليه أن يقتله لقوله ﷺ «من رأى منكم منكرا فليغيره بيده» فإذا لم يمكنه تغييره بيده إلا بقتل المقيم على هذا المنكر فعليه أن يقتله فرضا عليهوإن غلب في ظنه أنه ان أنكره بيده ودفعه عنه بغير سلاح انتهى عنه لم يجز له الإقدام على قتله... وكذلك قال أبوحنيفة في السارق إذا أخذ المتاع ووسعك أن تتبعه حتى تقتله إن لم يرد المتاع قال محمد: قال أبو حنيفة في اللص الذي ينقب البيوت: يسعك قتله (احکام القرآن: سورۃ آل عمران، باب فرض الامر بالمعروف والنہی عن المنکر)

''ان احادیثِ مبارکہ میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں: ایک صورت تو یہ ہے کہ جس میں منکر کی تغییر اور اس کا اِزالہ ممکن ہو پس جو شخص اس منکر کو ہاتھ سے ختم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو اس پر ہاتھ سے اس منکر کو ختم کرنا فرض ہے اور کسی منکر کو ہاتھ سے ختم کرنے کے کئی طریقے ہو سکتے ہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ اس منکر کا خاتمہ

☆ «أفضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر» (سنن ابو داود: ۴۳۴۴)

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

تلوار کے بغیر اور اس منکر کے فاعل کی جان لیے بغیر ممکن نہ ہو تو اس پر ضروری ہے کہ وہ ایسا کر گزرے۔ مثلاً ایک شخص اس کے یا کسی دوسرے شخص کے قتل کا ارادہ کر رہا ہے یا وہ اس کا مال چھیننا چاہتا ہے یا وہ کسی عورت سے زنا کرنا چاہتا ہے یا اس قسم کا کوئی اور کام کرنا چاہتا ہے تو یہ بات بھی معلوم ہو کہ اگر وہ اس شخص کو صرف زبان سے منع کرے گا یا بغیر کسی ہتھیار کے اس سے لڑائی کرے گا تو باز نہیں آئے گا، ایسی صورت میں اس شخص کے لیے اس منکر کے ارتکاب کرنے والے کو قتل کرنا لازم ہے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے کہ جو بھی تم میں سے کسی منکر کو دیکھے تو وہ اس کو ختم کر دے پس جب اس منکر کی ہاتھ کے ساتھ تغییر اس منکر کے مرتکب کے قتل کیے بغیر ممکن نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ وہ اس منکر کے مرتکب کو قتل کر دے اور اگر اس شخص کا غالب گمان یہ ہو کہ اگر وہ منکر کے مرتکب کو بغیر کسی ہتھیار کے استعمال کے صرف ہاتھ سے روک دے تو وہ اس سے رک جائے گا تو اس کے لیے منکر کے مرتکب کو قتل کرنا جائز نہیں ہے... اسی طرح امام ابو حنیفہؒ نے اس چور کے بارے میں جو تمہارا مال لے جائے، کہا ہے کہ تیرے لیے گنجائش ہے کہ تو اس کا پیچھا کر اور اگر وہ تیرا مال نہ واپس کرے تو تو اس کو قتل کر دے۔ امام محمدؒ نے کہا کہ امام ابو حنیفہؒ نے اس چور کے بارے میں جو گھروں میں نقب لگاتا ہے، کہا ہے: تیرے لیے اس کو قتل کرنے کی گنجائش ہے۔''

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

أجمع المسلمون في ما ذکر ابن عبد البر أن المنکر واجب تغییره علی کل من قدر علیه (تفسیر القرطبی: جلد۴ رص۴۹)

''ابن عبد البرؒ نے اس بات پر علما کا اجماع نقل کیا ہے کہ ہر اس شخص پر منکر کی تغییر واجب ہے جو کہ اس کی تغییر کی قدرت رکھتا ہو۔''

لیکن قدرت کے باوجود اگر نہی عن المنکر سے کسی بڑے منکر یا بعض دوسرے مفاسد کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو علما اس کو جائز قرار نہیں دیتے۔ اس مسئلے پر امام ابن قیمؒ کی تحریر بڑی ہی مؤثر ہے۔ فرماتے ہیں:

إنکار المنکر أربع درجات: الأولی أن یزول ویخلفه ضده. الثانیة أن یقل وإن لم یزل بجملته. الثالثة أن یخلفه ما هو مثله. الرابعة أن یخلفه ما هو شر منه. فالدرجتان الأولتان مشروعتان والثالثة موضع اجتهاد

© rasailojaraid.com

والرابعة محرمة (إعلام الموقعین: جلد۳رص۱۵۱)

''انکارِ منکر کے چار درجات ہیں: پہلا درجہ وہ ہے کہ جس سے منکر ختم ہو جائے اور اس کی جگہ معروف قائم ہو جائے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ منکر کم ہو جائے، اگرچہ مکمل ختم نہ ہو۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ وہ منکر تو ختم ہو جائے لیکن اس کی جگہ ایک ویسا ہی منکر اور آجائے اور چوتھا درجہ یہ ہے کہ اس منکر کے خاتمے کے بعد اس سے بھی بڑا اور بدترین منکر آجائے۔ پس پہلے دو درجے مشروع ہیں جبکہ تیسرا درجہ اجتہاد کا میدان ہے اور چوتھا درجہ حرام ہے۔''

شاید یہی آخری درجہ ہے جس کے حوالے سے علما کی ایک کثیر تعداد جامعہ حفصہ اور لال مسجد کی انتظامیہ کے موقف کو تو درست لیکن طریق کار کو غلط قرار دیتی ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس طریق کار سے ایک بڑے شر کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے لیکن ہم اس پر اتنا کہہ کر اپنی اس بحث کو ختم کرتے ہیں کہ یہ فیصلہ کرنا کہ اس منکر کے اس طرح خاتمے کے لیے جدوجہد کرنے سے کوئی بڑا منکر پیدا ہو گا یا نہیں؟ ایک اجتہادی امر ہے جس میں اختلاف کی گنجائش بہرحال موجود ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

فکر غامدی ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

مؤلفین: حافظ محمد زبیر ◉ حافظ طاہر الاسلام صفحات: ۱۱۰، قیمت: ۷۰ روپے

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے: پہلے حصے میں جاوید احمد غامدی کے مآخذِ شریعت واُصولِ دین کا نقلی و عقلی دلائل کی روشنی میں جدید اَسالیبِ تحقیق کو سامنے رکھتے ہوئے ایک بھرپور ناقدانہ جائزہ لیا گیا ہے، جبکہ دوسرے حصے میں 'فرقہ غامدیہ' کے ان تفردات وشذوذات کا ایک علمی محاکمہ پیش کیا گیا ہے جو اُنہوں نے اجماعِ اُمت اور اہل سنت کی شاہراہ کو ترک کرتے ہوئے اختیار کیے۔ کتاب کا ٹائٹل عمدہ، کاغذ سفید اور طباعت دل نشین ہے۔

یہ کتاب فکر غامدی پر پہلی اچھوتی کاوش ہے جو ہر صاحبِ علم اور فکری ذوق رکھنے والے عالم دین/دانشور کے پڑھنے کی چیز ہے۔

رابطہ قرآن اکیڈمی: ۳۶ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور فون: 5869501